مملکتِ پاکستان اور مسلمانوں کا فریضہ

محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

طاقت وقوت، دولت وثروت اور حکومت وسلطنت اللہ تعالیٰ کی وہ عظیم نعمتیں ہیں جو مسلمانوں کو صرف اس لیے دی جاتی ہیں کہ ان کے ذریعہ اس سرزمین پر اللہ تعالیٰ کا قانون اور احکامات نافذ کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق بنیں، چنانچہ تقریباً ایک ہزار سال تک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان نعمتوں سے سرفراز فرمایا، لیکن جب مسلمان قومیں دولت وحکومت کے نشہ میں مست ہوکر اس مقصد سے منحرف وروگرداں اور اس کی پاداش کے طور پر سلطنت کی اہلیت سے محروم ہوگئیں تو اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں بھی ان سے چھن گئیں، کہیں تو بالکلیہ ان نعمتوں سے محروم ہوئیں اور کہیں حقیقۃً تو چھن گئیں برائے نام رہ گئیں۔

اسی قانونِ فطرت کے تحت متحدہ ہندوستان پر صدیوں مسلمانوں کا اقتدارِ اعلیٰ برقرار رہا ہے اور اسلامی پرچم اس پورے برِصغیر پر لہراتا رہا، لیکن آخر شامتِ اعمال کے برے نتائج سامنے آئے اور برطانوی استعمار کے ابوالہول نے مسلمانوں کی عزت وعظمت، دولت وثروت اور حکومت وسلطنت سب خاک میں ملادی۔

غلامی کی رُسوا کن ٹھوکریں کھانے کے بعد آنکھ کھلی تو عرصۂ دراز تک تو بارگاہِ الٰہی میں گریہ وزاری اور آہ وفغاں کرتے رہے اور کچھ عرصہ دولتِ رفتہ کو دوبارہ حاصل کرنے کی تدبیریں بھی کیں اور قربانیاں بھی دیں، آخر پھر دریائے رحمت جوش میں آیا اور توفیقِ الٰہی نے سہارا دیا اور چھنی ہوئی سلطنت کا کچھ حصہ دوبارہ بطورِ امتحان عطا فرمایا، اسی کا نام پاکستان ہے۔

ظاہر ہے کہ پاکستان کی تشکیل کا واحد مقصد حکومتِ الٰہی کا قیام تھا، نعمتِ حق کا خوانِ یغما اس کا نام لینے والی مخلوق کے لیے بچھانا تھا، اس کے قانونِ رحمت، قانونِ عدل وانصاف اور قانونِ حکمت

وعدالت کو اس پاک سرزمین پر نافذ کرنا تھا، تاکہ اس ارضِ پاک پر ایک پاکیزہ معاشرہ کی تشکیل وتعمیر ہو اور اس پاکیزہ ماحول میں ایک خدا پرست صالح اُمت وجود میں آئے اور وہ اپنے پاکیزہ کردار اور اہلیت وصلاحیت کی بنا پر ہندوستان کے بقیہ حصہ کی وراثت کے صحیح معنی میں مستحق بنے، دین ودنیا ہر اعتبار سے ایک معیاری حکومت، فلاحی مملکت اور ایمانی قوت سے مسلح قوم بن کر جلد از جلد اس قابل ہوجائے کہ اُمتِ مسلمہ کے چھ کروڑ نفوس جو ایک ظالم وجابر اور بے رحم اقتدار کے آہنی شکنجہ میں کراہ رہے ہیں، ان کو اس ''دیو استبداد'' کے خونخوار پنجے سے نجات دلائے۔

یہی ہماری آرزو ہے اور یہی ہر مسلمان کی تمنا ہونی چاہیے، اسی خواہش کے تحت ''بینات'' کے صفحات پر جو کچھ لکھا جاسکا لکھا گیا، کسی کسی وقت طرزِ بیان سخت اور درشت بھی ہوگیا ہے اور تنقید نے شدید لہجہ بھی اختیار کرلیا، لیکن الحمد للہ! جو کچھ اَب تک لکھا گیا ہے اور جو کچھ آئندہ لکھا جائے گا، وہ محض اخلاص پر مبنی اور اسی قلبی آرزو کی ایک دَبی ہوئی تڑپ ہوتی ہے جو تیز وتند تعبیر اور طرزِ ادا کی شکل اختیار کرلیتی ہے، ہوسکتا ہے کہ حقیقت ناشناس طبائع کے لیے ہماری یہ تلخ نوائی قابلِ اعتراض ہو، ہوا کرے۔ واقعہ بہرحال یہ ہے: ہم نہ رسمی سیاست جانتے ہیں اور نہ سیاستِ حاضرہ کے مردِ میدان میں نہ کسی سیاسی جماعت سے تعلق ہے نہ اس کی ترجمانی، نہ قومی اسمبلی میں کوئی کرسی حاصل کرنے کی خواہش ہے نہ کسی کرسیِ وزارت کی تمنا، ہاں! یہ خواہش اور کوشش وکاوش ضرور ہے کہ قومی یا صوبائی اسمبلی کی کرسی پر بیٹھنے والے اور قلمدان وزارت وحکومت سنبھالنے والے افراد اس کرسی اور قلمدان کی واقعی اہلیت کسی نہ کسی طرح ضرور پیدا کرلیں اور جس طرح وہ دنیا میں عزت وعظمت سے ہمکنار ہوئے تھے، اسی طرح آخرت کی سرخروئی سے بھی ضرور سرفراز ہوں، یعنی اللہ تعالیٰ کے قانونِ عدل وانصاف کو اس پاک سرزمین میں ضرور نافذ اور اُستوار کریں، تاکہ اسلامی مملکت کا وقار خالق ومخلوق دونوں کی نظروں میں پیدا کرسکیں، اسی مقصد کے لیے ہم وقتاً فوقتاً ان کو جھنجھوڑتے رہتے ہیں۔

بہرحال جس طرح ہر پاکستانی کا طبعی اور فطری جذبہ یہ ہے اور ہونا چاہیے کہ ہمارا یہ ملک دنیا میں ایک مضبوط اور طاقت ور ملک اور اغیار واعداء کی گوناگوں ریشہ دوانیوں سے ہمیشہ محفوظ رہے، اسی طرح ایک سچے پاکستانی مسلمان کے دل میں بحیثیت مسلمان ہونے کے یہ تڑپ بھی ضرور ہے اور ہونی چاہیے کہ اس مملکت میں اسلامی قانون ضرور جاری ہو اور پاکیزہ اسلامی معاشرہ کی تشکیل ضرور ہو، تاکہ حیاتِ طیبہ اور پاکیزہ معیشت کی دینی اور دنیوی برکات سے یہ مملکت مالامال ہو، لیکن جب بھی وہ یہ

محسوس کرے کہ حالات کی رفتار اُمید اور توقع کے بالکل برعکس ہے اور مقصد فوت ہو رہا ہے، پوری قوم مجموعی طور پر سیرت وصورت، گفتار وکردار، اخلاق واطوار اور جذبات ورجحانات غرض ہر اعتبار سے ایک خدافراموش قوم کی صورت اختیار کرتی جارہی ہے تو اس کو یہ اندیشہ اور اس پر جانکاہ صدمہ بھی ضرور ہوگا کہ خدانا کردہ- خاکم بدہن- یہ آزمائشی طور پر دی ہوئی نعمت کہیں پھر نہ چھن جائے۔

اس لیے کہ کسی بھی شخص کے مسلمان ہونے کے معنی ہی یہ ہیں کہ وہ خدا اور رسول سے معاہدہ کر چکا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی بہرحال اطاعت کرے گا۔ احکامِ الٰہیہ کو بدل وجان تسلیم اور ان پر عمل پیرا ہوگا اور اگر اس کے ہاتھ میں اقتدارِ اعلیٰ ہے یا آئے گا تو ان احکامِ الٰہیہ کو ملک میں نافذ بھی کرے گا، اس حقیقت کے ہوتے ہوئے جب مسلمان اس معاہدے کی خلاف ورزی کرے گا تو قوی اندیشہ ہے کہ وہ اس عہد شکنی کے جرم کی سزا میں جلد یا بدیر پکڑا نہ جائے۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ ایک مسلمان مملکت کا مسلمان شہری ملک کی اس غیر اسلامی رفتار کو دیکھ کر خاموش بیٹھا رہے۔

دینی اتحاد

مسلمان از روئے مذہب جس طرح اس کا مامور ہے کہ اپنے ملک اور قوم کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے اپنی ملکی مسلمان برادری کے حق میں قولاً وفعلاً جس طرح ممکن ہو خیر خواہی کرے، اسی طرح وہ عالمگیر اسلامی اُخوت کی بنا پر ایک عالمگیر برادری -مسلمانانِ عالم- میں منسلک ہونے کی حیثیت سے مذہباً اس کا بھی مامور ہے کہ ہر ملک کے مسلمانوں کے حق میں قولاً وفعلاً جس طرح ممکن ہو خیر خواہی اور خیر سگالی کا فرض ادا کرے۔ قرآن کریم کے واضح ارشادات اور رسولِ کریم ﷺ کی صریح احادیث اس عالمی اسلامی خیر خواہی کے باب میں بکثرت موجود ہیں۔

اس لیے کہ مسلمان کے لیے عالمگیر رابطہ عالم اسلام اور عالمگیر رشتہ اُخوتِ اسلامی اور دینی وحدت ہے، جس میں تمام روئے زمین کے مسلمان منسلک ہیں، نہ قومیت مسلمانوں کا رشتۂ اتحاد ہے، نہ وطنیت، نہ رنگ اور نہ نسل۔ اسلامی قومیت کی اساس اتحادِ خون ونسل، اتحادِ ملک ووطن اور اتحادِ رنگ وروپ سب سے برتر اور وراء الوراء خالص دینی اتحاد ہے، جو محض ایک روحانی اور معنوی رشتہ ہے اور ظاہر ہے کہ روحانی رشتہ مادی رشتہ سے بہت زیادہ اعلیٰ وارفع اور قوی ومحکم تر ہوتا ہے، اس لیے تمام اسلامی حکومتوں اور تمام ممالک کے مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس روحانی رشتہ- اسلامی وحدت- کو ہر طرح کے اضمحلال اور ضعف سے محفوظ کرکے قوی سے قوی تر بنائیں۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ ....